ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری

شورش کاشمیریؒ......ایک ہمہ پہلو شخصیت

آغا شورش کاشمیری (۱۹۱۷ء۔۱۹۷۵ء) کا نام عبدالکریم اور ان کے والد ماجد کا اسم گرامی میاں نظام الدین تھا۔ان کے بزرگ کسی زمانے میں کشمیر سے آئے تھے اور امرتسر کو انہوں نے اپنا وطن بنالیا تھا۔ان کے والد نے لاہور میں بودوباش اختیار کرلی تھی۔اس لیے شورش مرحوم کا پہلا آبائی وطن کشمیر، دوسرا امرتسر اور مولد ومنشائے طفولیت لاہور تھا لیکن وہ لاہوری ہوکر بھی مشہور کشمیر کی نسبت سے ہوئے۔

شورش کاشمیریؒ کا تعلق ایک غریب گھرانے سے تھا' جسے بہ مشکل آذوقۂ زندگی فراہم ہوتا تھا۔معاشی حالات کی ابتری نے انہیں میٹرک کے کمرۂ امتحان تک نہ پہنچنے دیا۔ان کے چھوٹے بھائی یورش کاشمیری دق کے موذی مرض میں مبتلا ہوئے اور علاج کا سروسامان فراہم نہ ہونے کی وجہ سے نوجوانی تک پہنچتے پہنچتے موت سے ہمکنار ہوگئے۔شورش مرحوم نے اپنی مکتبی تعلیم کی کمی کو اپنے شوقِ مطالعہ سے پورا کرلیا لیکن بھائی کی بے کسی اور لاچاری کی موت اور اس کی دائمی مفارقت کا داغ اپنے دل سے کبھی نہ مٹا سکے۔

شورش کاشمیری غربت میں پیدا ہوئے، مصائب وشدائد میں پلے، تحریکوں میں پروان چڑھے، ہنگاموں میں زندگی گزاری، طوق وسلاسل سے کھیلے، قید وبند کی آزمائشوں سے گزرے اور بالآخر ذوق ومزاج اور سیرت کے ایک خاص سانچے میں ڈھل کر ایک ستودہ صفات شخصیت بن گئے۔ان میں عقیدہ وفکر اور اخلاق وسیرت کی بہت سی خوبیاں جمع ہوگئی تھیں۔شورش مرحوم نے زندگی کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔اس کے نشیب وفراز سے گزرے تھے' اس کے سرد وگرم سے متاثر ہوئے تھے۔ان کی حساس طبیعت اور اخّاذ ذہن نے ہر دورِ حیات اور ہر دائرہ فکر وعمل کے اثرات کو قبول کیا تھا۔افکار وتجربات نے ان کی زندگی کو حسین اور سیرت کو پختہ بنادیا تھا۔ان کی زندگی بہت سی خوبیوں کا مجموعہ تھی لیکن ان میں کمزوریاں بھی تھیں۔تضادات سے خالی نہ تھے۔وہ کوئی واعظ ومصلح، صوفیِ صافی، صاحب سجادہ اور خانقاہ نشیں نہ تھے' وہ زاہد شب زندہ دار نہ تھے، ان کا شمار متقی اور پرہیزگار لوگوں کی صف میں بھی نہ ہوتا تھا لیکن ان کی ذات ان عیوب سے یقیناً پاک تھی' جن میں بہت سے دین دار مبتلا ہوتے ہیں۔ان کا کارنامہ ان سب لوگوں سے بڑا ہے۔انہوں نے ملک کی آزادی کی جدوجہد میں حصہ لیا، انگریزی استعمار کا مقابلہ کیا اور قیامِ پاکستان تک اپنی تیس سالہ زندگی کا، ایک تہائی اور عملی زندگی کا دوتہائی (اگر پندرہ برس کی عمر کو عملی زندگی کا آغاز مان لیا جائے تو) تقریباً دس برس قید یا نظر بندی کی نذر کرچکے تھے۔صوفیاء ومشائخ اور ان کی عیش کوش اولاد کو یہ شرف کہاں حاصل ہوا تھا۔قیام پاکستان کے بعد اٹھائیس سالہ زندگی کا دور

بھی آزمائشوں سے خالی نہ تھا۔انہوں نے پوری استقامت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا۔خواہ انہوں نے زندگی کے کسی مقام و مرحلے میں ٹھوکر کھائی ہو لیکن انہوں نے سیاہ کو سفید کہنے سے ہمیشہ انکار کیا۔ان کا دامن لوٹ ولالچ اور ہوس کی آلودگی سے پاک رہا۔انہوں نے اپنے ذوق کے مطابق صحافت کو خدمت کا ذریعہ بنایا تھا اور اپنے ذہن وفکر اور قلم کی بہترین صلاحیتوں کو ملت کی تعمیر و اصلاح کے لے وقف کر دیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے انہیں خطابت کے جوہر سے نوازا تھا۔وہ اپنے وقت کے بہت بڑے خطیب تھے۔ان کی یہ صلاحیت بھی ہمیشہ ملت کی تعمیر اور اصلاح کے کام آئی۔

ایک صحافی کسی خاص علم وفن کا ماہر ہو یا نہ ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ اسے لکھنے کا فن آجاتا ہے۔اس کے لیے کسی موضوع کا ہونا نہ ہونا یکساں ہے۔وہ کسی موضوع کے بغیر اور کچھ نہ آنے کے باوجود بھی لکھ سکتا ہے۔شورش مرحوم کو صرف لکھنا ہی نہیں آتا تھا' تاریخ،ادب،تنقید،صحافت،سوانح،شعر وشاعری وغیرہ میں مطالعہ بھی وسیع تھا اور عملی زندگی کا تجربہ بھی بہت تھا۔وہ سرد وگرم چشیدہ تھے۔ان کے لیے لکھنا اور بامعنی لکھنا کوئی مشکل نہ تھا۔تصنیف وتالیف صحافت ہی کی طرح ان کا شوق اور زندگی کا ایک مستقل مشغلہ تھا۔انہوں نے تقریباً دو درجن تصنیفات کا ذخیرہ اپنی یادگار چھوڑا ہے' جو اپنی تعداد ومقدار،موضوعات کے تنوع اور تحریر وانشاء کے خصائص کے لحاظ سے بہت قابل قدر ہے۔

سوانح وشخصیات میں اقبال،ابوالکلام آزاد،ظفر علی خان،سید عطاء اللہ شاہ بخاری،حسین شہید سہروردی،میاں افتخار الدین اور دیگر شخصیات پر ان کی تصانیف،ادب میں ان کی خود نوشت اور آپ بیتی،قومی تاریخ میں ''آزاد ہند فوج'' کی سرگزشت،تحریکاتِ ملی میں ''تحریک تحفظ ختم نبوت''،فنون میں ''فنِ خطابت''،''قلمی چہرے'' سیر وسیاحت میں ''یورپ میں چار ہفتے'' اور ''شب جائے کہ من بودم'' سماجیات میں ''اس بازار میں'' اور شاعری میں ان کے مجموعہ ہائے کلام ادب وشعر کا بیش قیمت سرمایہ ہیں۔جب کوئی مؤرخ اور نقاد قلم اٹھائے گا تو وہ سوانح،سماجیات اور ادب کے اس سرمائے کو نظر انداز نہیں کر سکے گا۔

شورش مرحوم کی بے شمار تحریریں ابھی تک ہماری دسترس سے باہر ہیں۔یہ تحریریں روزنامہ ''آزاد''،''زمیندار''،ہفت روزہ ''چٹان'' اور اس کی بندش کے زمانوں میں نکلنے والے ''ستارۂ صبح'' اور دیگر قائم مقام جریدوں میں اور معاصر اخبارات ورسائل میں نظروں سے اوجھل ہیں۔سب سے بڑا ماخذ ہفت روزہ ''چٹان'' ہے۔اگر کوئی صاحب ہمت اس طرف توجہ فرمائیں تو مختلف موضوعات پر ہزاروں صفحات کا ایک عظیم الشان ذخیرہ فراہم ہوسکتا ہے۔جس سے قومی وملی تاریخ وتحریکات میں سماجی،معاشرتی،تہذیبی،تعلیمی مسائل وافکار میں،سوانح وشخصیات،ادب وتنقید اور مختلف علوم وفنون میں متعدد مجموعہ ہائے مضامین مرتب کیے جاسکتے ہیں۔اس کا اندازہ ''ہندوستان میں ابن تیمیہ'' کے مطالعے سے لگایا جاسکتا ہے کہ کیسے کیسے ادبی جواہر پارے اور علمی فکری اور تہذیبی نادر مباحث ''چٹان'' کے صفحوں میں منتشر

اورنظروں سے اوجھل تھے۔اس کی ایک جھلک ’’قلمی چہرے‘‘میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔’’چہرے‘‘ کے نام سے ایک کتاب ۱۹۶۵ء میں ہمارے دوست انور عارف نے مکتبہ’’ماحول‘‘ کراچی سے شائع کی تھی۔اس میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی ترانوے (۹۳) شخصیات کے چہرے تھے۔اب یہ کتاب بیاسی (۸۲) چہروں کے اضافے کے ساتھ ’’قلمی چہرے‘‘ کے نام سے شائع ہوچکی ہے۔ادب کا یہ نہایت قیمتی سرمایہ ہے‘جو’’چٹان‘‘ کے اوراق ہی سے فراہم کیا گیا ہے۔کون اندازہ کرسکتا تھا کہ اردو میں تاریخ وفن چہرے نویسی اور خاکہ نگاری کا یہ سب سے بڑا اور نادرالوجود مجموعہ بن جائے گا۔

شورش کاشمیریؒ ایک باریک بین صحافی تھے۔ان کی نگاہ بہت تیز تھی۔کسی شخص کی خوبیاں اور خامیاں ایک نظر میں بھانپ لینے کی ان میں صلاحیت تھی۔وہ کسی شخص سے ایک دوملاقاتوں ہی میں اس کے ذوق ومزاج اورنفسیات سے پوری طرح واقف ہوجاتے تھے۔وہ ان لوگوں میں سے تھے جوحسن کے مطالبے کا جواب دینا جانتے تھے۔یہ حُسن خواہ انسانی چہرے میں ہو یا سنگ تراش کے مجسمے میں،خواہ تاج محل یا شالامار باغ میں ہو۔خواہ یہ حسن علم کا ہو،خواہ فکر میں یا کسی انسانی اور اسلامی سیرت میں ہو‘وہ نگاہِ جمال آشنا اور دیدۂ حسن پرست رکھتے تھے۔وہ اس باب میں خویش وبے گانہ کی تفریق کے قائل نہ تھے۔مختلف ومتضاد شخصیات سے ان کی عقیدت اور ان کے لیے دل کے احترام کا راز اسی میں تھا۔حسن جہاں اور جس میں انہیں نظر آتا تھا‘اس کے اعتراف وتحسین میں ان کے قلم سے کوتاہی نہ ہوتی تھی۔اسی طرح بدصورتی اور قبح خواہ کسی شکل میں ہو‘اس کے اظہار اور اس سے نفرت سے وہ اپنے آپ کو باز نہ رکھ سکتے تھے۔وہ اپنی محبت اورنفرت دونوں کے اظہار میں ایک حدتک انتہا پسند واقع ہوئے تھے۔ان کے احساسات نہایت شدید ہوتے تھے۔

شورش کاشمیری کوزبان پرعبور تھا۔الفاظ کا وافر ذخیرہ ان کے ذہن میں نہ صرف موجود بلکہ مستحضر تھا۔وہ نئے نئے الفاظ کے اختراع وایجاد کی قابلیت رکھتے تھے۔نئی تراکیب کی دریافت ووضع کی صلاحیت ان میں موجود تھی۔ان کی تحریروں میں بہت سے ایسے الفاظ،تراکیب بھی ملتی ہیں‘جن کی صحت کے فیصلے میں عام لغات ہماری کوئی مدد نہیں کرتے۔ان کی صحت کا پیمانہ خود شورش کا اختیار ہے۔ان کے قلم میں ایک بانکپن تھا۔وہ پھول بھی برساتا تھا اور بجلیاں بھی گراتا تھا،وہ شگفتہ نگار بھی تھا اور شعلہ بار بھی،اس میں قوت اثر تھا،وہ بے پناہ تھا۔

شورش کاشمیری ایک صاحبِ طرز ادیب اور انشاء پرداز تھے۔وہ ایک بدیہہ گو،قادرالکلام اور اپنے وقت کے عظیم طنز نگار شاعر تھے۔ان کی شاعری میں طنز ہجو کا ردیف معلوم ہوتا ہے۔بعض مقام پر یہ فرق بھی مٹ گیا ہے۔غزل کی شاعری سے ان کا ذوق آشنا نہ تھا لیکن نظم گوئی میں خصوصاً سیاسی شاعری میں ان کا جواب نہ تھا۔وہ ظفرعلی خان کے بعد اس عہد کے سب سے بڑے سیاسی شاعر تھے۔ظفرعلی خان نے انہیں اپنی’’رستمی‘‘ کے مقابلے میں’’سہراب‘‘صفت تسلیم کیا ہے۔چہرہ نویسی کے فن میں شورش کاشمیری سے قبل صرف خواجہ حسن نظامی کا نام لیا جاسکتا ہے۔خاکہ نگاری میں چراغ حسن

حسرت، رئیس احمد جعفری اور دوسرے بہت سے نام آتے ہیں۔ ان میں سے بعض کو نہ صرف سبقت کا مقام حاصل ہے بلکہ وہ خصائص ومحاسن میں بھی امتیاز کے مالک ہیں۔ شورش مرحوم کے قلمی چہرے اور خاکے ان میں اپنا خاص امتیاز اور روایت وفن کے ارتقاء میں ایک مقام رکھتے ہیں۔

شورش کاشمیریؒ کو اللہ تعالیٰ نے علم وفضل کے محاسن اور اخلاق وسیرت کی متعدد خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہ ایک اعلیٰ درجہ کے صحافی، بلند پایہ سیاسی شاعر، بے مثال خطیب تھے۔

شورش کی خدمات کے مختلف پہلو ہیں۔ (وہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مفکر احرار چودھری افضل حق کی قیادت میں مجلس احرار میں شامل تھے۔) انہوں نے ملک کی آزادی کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انکی زندگی کی مہلت کا تیسرا حصہ قید یا نظر بندی کی نذر ہوا۔ انہوں نے حریت طلبی کے عشق میں مصیبتیں اٹھائیں، شدائد برداشت کیے۔ قیام پاکستان کے بعد زبان وقلم کے ذریعے حالات کی اصلاح اور استحکام پاکستان کی جدوجہد میں سرگرم عمل رہے۔ ملک کے تحفظ ودفاع میں اپنے قلم سے تلوار کا کام لیا۔ آزادی فکر ورائے کی جدوجہد میں زندگی بھر مصروف رہے۔ انہوں نے بلند پایہ علمی خدمات انجام دیں اور اپنے پیچھے مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف کا بیش بہا ذخیرہ چھوڑا ہے۔ آنحضرت خاتم النبین علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے ناموس کے تحفظ کی جنگ میں شورش کی خدمات' تاریخ تحریک تحفظ ختم نبوت کا اہم اور روشن باب ہے۔ آخرت کی سرخروئی کے لیے ان کی یہی ایک نیکی کافی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور بھی بہت سی نیکیوں کی توفیق ارزانی فرمائی تھی۔

(قلمی چہرے، ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری)

ماہانہ مجلس ذکر واصلاحی بیان

مرکزِ احرار
دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

27 اکتوبر 2005ء
بروز جمعرات، بعد نماز مغرب

ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)
فون: 061-4511961

الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان